

لوك کہانی

یہ سبق اپنی زبان کی ایک لوك کہانی پر مشتمل ہے۔ لوك کہانی کسی معاشرے کے افراد میں سنی سنائی جانے والی ایسی کہانی ہوتی ہے جس میں فطرت، انسان اور ماحول کی دوسری تفصیلات کے متعلق روایتوں کو اخلاقی تعلیم و تربیت کی خاطر کہانی کے روپ میں بیان کیا جاتا ہے۔

اس کہانی میں خدا پر ایک کسان کے پختہ یقین کو اس ڈھنگ سے پیش کیا گیا ہے کہ اس سے باہمی ہمدردی اور انسان دوستی کی تصویر کشی ہو جاتی ہے۔

خدا کے نام خط

اس وادی کا اکلوتا مکان ایک چھوٹی سی چٹان کے اوپر بنا ہوا تھا۔ وہاں کھڑے ہو کر بہتے ہوئے دریا، مٹرا اور پنے کے کھیتوں کو بہ خوبی دیکھا جاسکتا تھا۔ یہ کھیت بڑی عمدہ فصل دیتے تھے۔ اور انھیں جس چیز کی بے حضورت تھی وہ بارش تھی۔ لیں شوائبی زمین اور کھیتوں کے پچھے پچھے سے واقف تھا۔ وہ آج صبح سے بار بار آسمان دیکھے جا رہا تھا۔ اس نے تشویش ناک لبجے میں کہا:

”بی بی! میرا قیاس ہے کہ آج بارش ہو گی۔“

بی بی! نے جو اس وقت کھانا تیار کر رہی تھی، یہ سن کر جواب دیا:

”ہاں، آج کسی بھی وقت بارش ہو سکتی ہے اگر رب چاہے تو.....“

اس وقت بڑی عمر کے لڑکے کھیتوں میں کام کر رہے تھے اور چھوٹے بچے مکان کے نزدیک کھیل رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد بی بی نے انھیں آواز دی:

”آ جاؤ، سب آ جاؤ، کھانا تیار ہے۔“

جب سب مل کر کھانا کھار ہے تھے تو جیسا کہ لین شو نے قیاس آرائی کی تھی، بارش ہونے لگی۔ بارش کے شفاف قطرے زمین پر برس رہے تھے اور آسمان پر شمال کی جانب سے بادلوں کے پہاڑ چلے آرہے تھے۔ ہوا بھی تیز تھی۔ لین شو باہر کھیتوں میں نکل گیا۔ اس کا مقصد اس کے سوا کچھ اور نہ تھا کہ بارش سے پیدا ہونے والی ترنگ کو اپنے تن من میں روائی دوں دیکھے۔ جب وہ گھر میں واپس آیا تو جذباتی اور جوشی میں آواز میں بولا:

”جو کچھ اس وقت آسمان سے برس رہا ہے وہ بارش کے قطرے نہیں بلکہ سکے ہیں، بڑے اور چھوٹے۔“

پھر اس نے بڑے اطمینان سے یہ بھی کہا کہ غلے کے کھیت اور مٹر کے نئے نئے کھلے ہوئے پھول بارش کی چادریں اوڑھ کر بہت خوش ہیں۔ ابھی اس نے یہ کہا ہی تھا کہ یک بارگی تندو تیز آندھی اٹھی پھر بارش کے ساتھ زالہ باری ہونے لگی۔ اولے واقعی

چاندی کے گول ڈلوں سے مشابہ تھے۔ پتوں نے یہ دیکھا تو لپک کر اندر سے باہر آگئے اور انھیں چلنے میں جڑ گئے۔ بچے خوش تھے لیکن ان کا باپ فکر مند ہو کر خود سے کہنے لگا ”اب تو معاملہ بگزرنے لگا ہے، لیکن پھر بھی مجھے امید ہے کہ سب کچھ بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔“

لیکن سب کچھ ٹھیک نہیں ہوا اور بہت دریک اولے گرتے رہے۔ زمین ایسے سفید ہو گئی، جیسے اس پر نمک کی چادر بچھادی گئی ہو۔ درختوں پر ایک پتہ بھی نہ رہا۔ غلے کے کھیتوں کا ستیاناس ہو گیا، مٹر کی بیلیں اور پودوں کے تازہ پھول ٹوٹ کر بکھر گئے۔ لین شو پریشان ہو گیا۔ اس نے اپنے بیٹوں سے کہا:

”اگر ان کھیتوں پر ٹلانے والے دل نے حملہ کیا ہوتا تو بھی ہمارے پاس اس سے زیادہ فکر رہا ہوتا لیکن اس ژالہ باری نے تو ہمیں مفلس اور قلاش بنا دیا ہے۔ اب ہمارے پاس نہ غلہ ہے اور نہ سبزی ہے۔ اس سال تو ہمیں فاقہ پر فاقہ کرنا ہوں گے۔

وہ تمام لوگ جو وادی کے اس اکلوتے مکان میں رہتے تھے اپنے ڈلوں میں ایک ناقابل شکست امید لیے بیٹھے تھے اور ایک آن دیکھی قوت پر تکیہ کیے ہوئے تھے۔ وہ اپنے آپ سے کہہ رہا تھا:

”دل چھوٹا مت کرو، ہمّت مت ہارو۔“

”اس میں کوئی شک نہیں کہ سب کچھ تباہ ہو گیا ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ بھوک سے کوئی نہیں مرتا۔“

لین شو کے تمام خیالات اپنی آخری امید یعنی آسمانی امداد کے گرد گھوستہ رہے۔ اس کو بچپن ہی سے یہ تعلیم دی گئی تھی کہ



سب کا پالن ہار بدار جیم اور کریم ہے۔ انسان کے دل کی گہرائیوں کی بات جانتا ہے۔

لین شو اپنے کھیتوں میں بیل کی طرح کام کرتا تھا۔ وہ کچھ لکھنا پڑھنا بھی جانتا تھا۔ آئندہ اتوار تک اس نے اپنے آپ کو اس بات کا یہ پختہ یقین دلادیا کہ ایک ان دیکھی محافظت ہستی موجود ہے۔ اس یقین کے بعد اس نے خدا کے نام ایک خط لکھنا شروع کیا۔

”یار تی؟“

اگر تو نے میری مد نہیں کی تو میں اور میرا کتبہ اس سال فاقوں کا شکار ہو جائیں گے۔ اس وقت ایک سور و پیوں کی اشدر ضرورت ہے تاکہ میں کھیتوں کی حالت دوبارہ ٹھیک کر سکوں اور ان میں ٹوائی کر سکوں اور نئی فصل کی کٹائی تک زندہ بھی رہ سکوں کیوں کہ ژالہ باری نے ساری فصل تباہ کر دی ہے۔“

لفافے پر پتے کی جگہ اس نے یہ الفاظ لکھے:

”یہ خط خدا کو ملے“

اس کے بعد اس نے لفافے کو بند کیا اور غم گین دل کے ساتھ شہر کی طرف چل دیا۔ ڈاک خانے پہنچ کر اس نے ٹکٹ خریدے، لفافے پر چپکائے اور لفافہ سپر ڈاک کر دیا۔

اس ڈاک خانے کے ایک ڈائیکے نے جو خطوں کی تقسیم کے ساتھ ان کی چھٹائی کا کام کیا کرتا تھا، بنتے ہوئے یہ لفافہ اپنے افسر کو پیش کر دیا۔ اپنی ساری ملازمت کے دوران اس نے اس پتے پر کبھی ڈاک نہیں پہنچائی تھی۔ پوسٹ ماسٹر ایک خوش مزاج اور درد مند دل کا آدمی تھا وہ بھی اس لفافے کو دیکھ کر بے اختیار ہنسنے لگا لیکن قہقہوں کے درمیان وہ یک بارگی، خاموش اور سنجیدہ ہو گیا۔ اس نے لفافہ میز پر رکھ دیا اور کہنے لگا:

”واہ، واہ! کیا پختہ ایمان ہے، کاش مجھے بھی ایسا ایمان نصیب ہوتا اور میں بھی ایسے ہی یقین کا حامل ہوتا۔ کیا بات لکھنے والے کی جس نے ایک پختہ امید پر خدا سے خط و کتابت شروع کر دی، واہ، واہ۔“

پھر اس نے سوچا ایسے پختہ ایمان اور امید کو پاش پاش کرنا اپھانیں۔ اس نے اپنے ماتحتوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ خط پڑھا جائے اور اس کا جواب دیا جائے۔ جب لفافہ چاک کیا اور خط پڑھا تب اندازہ ہوا کہ اس خط کا جواب کاغذ، قلم، دوات، روشنائی، درد مندی اور نیک دلی سے کچھ زیادہ کا طلب گار ہے۔ اس نے اپنے ماتحتوں کو ساری بات بتا کر چندے کی درخواست کی اور خود بھی ایک اچھی خاصی رقم پیش کی۔ اس کے عملے نے اس کا رخیر میں حصہ توفیق ہاتھ بٹایا۔

لین شونے جس قدر رقم طلب کی تھی اتنی توجع نہ ہو سکی پھر بھی اس کے نصف سے کچھ زیادہ کا انتظام ہو گیا۔ پوسٹ ماسٹر نے تمام نوٹ ایک لفافے میں بند کیے پھر اس پر لین شو کا پتہ تحریر کیا اور ایک چھٹھی لکھ کر لفافے میں رکھ دی جس پر دست خط کے طور پر صرف اتنا لکھا تھا۔

”خُدا“



اگلے اتوار کو پھر لین شوڈاک خانے میں آیا اور پوچھا کہ کیا اس کے نام کوئی خط آیا ہے؟ پوسٹ ماسٹر نے لین شوکا خط اس کے حوالے کیا اور اس کا رخیر کے انجام دینے پر ایک طرح کی خوشی محسوس کی۔ اس کے بعد وہ دروازے کی دراز سے لین شوکی کیفیات دیکھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ نوٹ پاکر لین شوکوئی حیرت نہیں ہوئی ہے۔ اس کو تو جیسے اس بات کا پختہ یقین تھا کہ یہ رقم تو اس کو ملنے ہی والی ہے۔ پھر جب اس نے رقم گن لی تو بگڑ گیا اور بڑ بڑا نہ لگا۔

”حمدانے تو ہرگز ایسی غلطی نہیں کی ہوگی اور نہ اس کے پاس اس چیز کی کمی ہے جو میں نے اس سے خط کے ذریعے طلب کی تھی۔ وہ تو اس سے بھی زیادہ دے سکتا ہے۔“



پھر کچھ سوچ کر ڈاک خانے کی کھڑکی پر گیا، کاغذ قلم طلب کیا اور پھر خط لکھنے بیٹھ گیا۔ اس کی پیشانی پر ابھرنے والی لکیریں تباہی تھیں کہ وہ جملے بنانے کے لیے اپنے ذہن کو بُری طرح ٹھوٹ رہا

ہے۔ اسی کیفیت میں اس نے خط بہ مشکل پورا کیا اور اچھی طرح دیکھ بھال کے اسے لفافے میں بند کیا پھر ٹکٹ خریدا اور اس کو ایک زوردار مکّل کے ساتھ بند کر دیا۔

پھر جیسے ہی خط لیٹر بکس میں گرا تو ڈاکیے نے فوراً ہی اسے نکال لیا۔ خط پڑھا گیا، اس میں لکھا تھا۔

”یاربی؟“

جور قم میں نے طلب کی تھی، اس میں سے مجھے صرف ستر روپیے ہی ملے ہیں۔ باقی رقم بھی فوراً ارسال کریں۔ مجھے اس کی شدید ترین ضرورت ہے۔ لیکن اب باقی رقم ڈاک کے ذریعے ہرگز نہ بھیجن کیونکہ اس ڈاک خانے کے ملازمین بے ایمان اور بد دیانت ہیں۔“

(گریگور یولو پیئز فو آنت)

مشق

• معنی یاد کیجیے:

قیاس	:	اندازہ
سمجھ	:	شُد بُد
صف	:	شقاق
جوش، خوشی	:	ترنگ
غربت	:	قلاش
پاش پاش کرنا	:	ککڑے ککڑے کرنا
کار خیر	:	نیک کام
بد دیانت	:	بے ایمان

• غور کیجیے:

☆ نقسان ہو جانے کے باوجود انسان کو بہت نہیں ہارنا چاہیے اور نہ ہی نا امید ہونا چاہیے۔

• سوچے اور بتائیے:

- 1 - لین شونے بی بی سے کیا قیاس آرائی کی؟
- 2 - لین شو بارش میں کھیتوں کی طرف کیوں گیا؟
- 3 - ژالہ باری سے کیا نقسانات ہوئے؟
- 4 - لین شونے خدا کے نام خط میں کیا لکھا؟
- 5 - لین شونے لفافے پر کیا پڑھ لکھا؟
- 6 - پوسٹ ماسٹر نے لین شو کا خط پڑھنے کے بعد کیا کیا؟
- 7 - لین شونے پہلے خط کا جواب ملنے کے بعد دوسرے خط میں خدا کو کیا لکھا؟

• نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے:

اکلوتا ملازمین نیک دلی پختہ یقین تکمیل کرنا پالن ہار

• نیچے لکھے ہوئے لفظوں کے مقابلہ لکھیے:

نزدیک تیز ثابت پختہ موجود شہر

• واحد کی جمع لکھیے:

مکان چادر روح سبزی افسر خط

• عملی کام:

☆ خدا کے نام لکھے گئے لین شو کے خطوں کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔